TANAZUR (Research Journal)
e-ISSN: 2790-8208 p-ISSN: 2790-8194
Volume 04, Issue 03, October-December 2023
Published by: IRRP, PAKISTAN
URL: www.tanazur.com.pk

	قرآن وحدیث کی روشنی میں انسانی شعور کے اسالیب **Patterns of Human Consciousness in the light of the Holy Quran and Hadith**
Author (s)	1. **Muhammad Nasir Meer** 2. **Dr. Hafiz Muhammad Waseem Abbas** 3. **Samiullah Tahir**
Affiliation (s)	1. PhD Scholar, Department of Islamic Studies, GIFT University, Gujranwala. Email: m.nasir@gift.edu.pk 2. Assistant Professor, Department of Islamic Studies, GIFT University, Gujranwala. Email: waseem.abbas@gift.edu.pk 3. PhD Scholar, Department of Islamic Studies, GIFT University, Gujranwala. Email: Samitahir.su@gmail.com
Article History:	**Received**: Dec. 06, 2023, **Reviewed**: Dec. 12, 2023, **Accepted**: Dec. 14, 2023, **Available Online**: Dec. 28, 2023
Citation:	*Muhammad Nasir Meer, Hafiz Muhammad Waseem Abbas and Samiullah Tahir (2023),* "قرآن و حدیث کی روشنی میں انسانی شعور کے اسالیب - Patterns of Human Consciousness in the light of the Holy Quran and Hadith", *Tanāẓur, 4, no. 3 (2023): pp. 609-625*
Copyright:	© The Author(s)
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest
Homepage:	http://tanazur.com.pk/index.php/tanazur/index
Article Link:	https://tanazur.com.pk/index.php/tanazur/article/view/192

قرآن وحدیث کی روشنی میں انسانی شعور کے اسالیب

Patterns of Human Consciousness in the light of the Holy Quran and Hadith

محمد ناصر میر[1]　　ڈاکٹر حافظ محمد وسیم عباس[2]　　سمیع اللہ طاہر[3]

Abstract

Islam has always given human beings the ability to distinguish between good and evil through reason and consciousness. And this fact has been made clear in front of him that consciousness is the ability given to him by Allah which has been given to man as a blessing. The journey from self to subjugation of the entire universe can be easily determined through the capacity of consciousness. In view of the importance of consciousness, Islam has taught man to acquire scientific knowledge and has shown him the path of moderation. And persuaded him that he should conquer the universe by pondering in this universe. So, according to human nature and psychology, He gave a complete system of rules and regulations to man. The Holy Qur'an adopted many styles to explain the importance of consciousness. And these styles prove that the Qur'an is directly addressing human consciousness. Therefore, whatever question the Creator of the universe asked to man, he answered his consciousness. and urged him to use all the means that are related to consciousness in all stages of his life. It is obligatory to find solutions to all the problems of your life by making experiments through observations and rational means.

Keyword: *Holy Quran, Consciousness, Intellect, Human Senses, Observations*

1 پی ایچ ڈی اسکالر علوم اسلامیہ، گفٹ یونیورسٹی گوجرانوالہ
2 اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ
3 پی ایچ ڈی اسکالر علوم اسلامیہ، گفٹ یونیورسٹی گوجرانوالہ

تعارف:

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو خیر و شر کی پہچان کے لیے ایک استعداد اور صلاحیت اس کی تخلیق کے ساتھ ہی عطا فرمادی ہے۔اسی صلاحیت کو در حقیقت انسانی شعور سے تعبیر کیا گیا ہے۔پھر اس صلاحیت اور استعداد کو بڑھانے اور اسکو لحہ بالحہ پروان چڑھانے کے لئے اور اس کے ارتقأ واستحکام کے لئے انسان کو بے شمار ذرائع عطا فرمائے۔جن سے یہ صلاحیت بڑھتی ہے اور جیسے جیسے انسان ان ذرائع کو بروئے کار لاتا ہے انسان کا شعور اپنے ارتقاء کی طرف گامزن رہتا ہے۔حتیٰ کہ انسان کو خیر اور شر کو بھی اسی صلاحیت کی بناپر پرکھتا ہے اور اس کے ذرائع کے طور پر انسان کو پیدائشی طور پر سمع وبصر، نطق وکلام، فہم وادراک اور عقل و دانش کی صلاحیتیں عطا کی جاتی ہیں۔ قرآن کریم نے فرمایا:

وَنَفۡسٍ وَمَا سَوَّاهَا () فَأَلۡهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقۡوَاهَا [4]

(اور نفس انسانی کی اور اُس ذات کی قسم جس نے اُسے ہموار کیا۔ پھر اُس کی بدی پرہیز گاری کا الہام کیا)

یہ الہام ہی در حقیقت وہ صلاحیت ہے جس کے ذریعہ سے انسان خیر اور شر کا ادراک کرتا ہے اور اس صلاحیت کو بڑھانے کے لئے اس کو وہ تمام ذرائع دیے جاتے ہیں جن سے وہ خیر اور شر کی پہچان کرتا چلا جاتا ہے۔چناچہ اسی کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ بیضاویؒ لکھتے ہیں:

والمراد نفس آدم وإلهام الفجور والتقوى إفهامهما وتعريف حالهما أو التمكين من الإتيان بهما[5]

(نفس سے مراد آدم کی روح ہے اور گناہ اور پرہیز گاری کے الہام (سے مراد) ان کی حالت کو سمجھنا اور ان کی وضاحت کرنا، یا ان کو انجام دینے کے قابل بنانا)

یعنی نیکی اور بدی کے الہام سے مراد وہ صلاحیت ہے جس کے ذریعہ انسان یہ سمجھ سکے کہ کون سا کام درست ہے اور کون سا کام غلط ہے اور اس میں وہ سب ذرائع انسان کی معاونت کرتے ہیں جو اللہ رب العزت نے اس کو کسی بھی چیز کی تفہیم کے لئے عطا کئے ہیں۔ کہ وہ اپنے حواس سے مدد لیتا ہے یا عقلی ذرائع اس کو بتاتے ہیں کہ وہ درست ہے یا غلط اور اگر عقل بھی اس کی مکمل راہنمائی نہ کر سکے تو پھر الہامی ذرائع (وحی وغیرہ) اس کی راہنمائی کرتے ہیں چناچہ جیسے جیسے وہ ان سے راہنمائی لے کر چلتا ہے اس کی شعوری صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔اسی آیت کی تفسیر میں علامہ بغویؒ ابن زید کے حوالہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن زيد: جعل فيها ذلك، يعني بتوفيقه إياها للتقوى، وخذلانه إياها للفجور. واختار الزجَّاج هذا، وحمل الإلهام على التوفيق والخذلان[6]

---

[4] القرآن الحکیم، الشمس8:91

[5] البيضاوي، عبدالله بن عمر ـتفسير الامام البيضاوى-بيروت:دارالكتب العلمية ،ج:1،ص:496

[6] البغوى، أبو محمد الحسين بن مسعود- معالم التنزيل-الرياض: دار طيبة للنشر والتوزيع ،ج:8،ص:438

(ابن زید کہتے ہیں: یہ الہام اس میں رکھ دیا کا مطلب ہے کہ اس کی توفیق تقوی کے لئے اور خیانت اس کے گناہ کے لئے۔ اور زجاج نے بھی اسی کو اختیار کیا، اور محمول کیا کو توفیق اور خیانت پر)

اس سے یہ واضح ہوا کہ وہ الہام اصل میں ایک توفیق اور صلاحیت جو انسان کو پیدائش کے وقت فطرتا اس میں اللہ کی طرف سے رکھ دی جاتی ہے اور اسکی کو نیکی کا شعور کہتے ہیں اور اسی طرح برائی کے لئے خیانت کا عنصر رکھ دیا جاتا ہے جس کو بدی کا شعور کہا جاتا ہے۔ چناچہ جب ایک مسلمان کوئی نیکی کرتا ہے اور اس کے لئے ان ذرائع سے مدد لیتا ہے جو انسانی ہدایت کے لئے اللہ تعالی نے اس کو عطا کئے ہیں تو وہ توفیق اور صلاحیت جو اللہ تعالی نے اسکو فطرتا عطا کی ہوتی ہے اسی کا ارتقاء ہوتا ہے اور جیسے جیسے وہ اس راہ پر چلتا ہے اس کی اس صلاحیت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور اگر یہ دوسری صلاحیت کو استعمال کرتا ہے اور ہدایت کے ان ذرائع میں خیانت کرتا ہے اور صحیح راہنمائی نہیں لیتا تو وہ گناہ کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ اور اس سے توفیق ہدایت سلب ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اور اسکے شعور میں ارتقاء تو ہوتا ہے لیکن غلط سمت کی طرف ہوتا رہتا ہے۔ چناچہ "معارف القرآن" کے مصنف مولانا مفتی شفیع اس نکتے کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو خیر وشر اور بھلے برے کی پہچان کے لیے ایک استعداد اور مادہ خود اس کے وجود میں رکھ دیا ہے جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا' فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا 'یعنی نفس انسانی کے اندر اللہ تعالیٰ نے فجور اور تقویٰ دونوں کے مادے رکھ دیے ہیں۔[7]

اس آیت کی تشریح میں دیگر مفسرین نے بھی جو کچھ لکھا ہے، اس سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ یہاں انسان کو ملنے والی وہ صلاحیتیں مراد ہیں جو اس کے خارج کو اس پر آشکارا کرتی اور جن کے ذریعے سے وہ اپنے گردوپیش میں بکھری ہوئی اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور اسکے اسباب ہدایت سے ان صلاحیتوں کو بڑھاتا ہے۔

لفظِ شعور کا لغوی مفہوم:

لفظ 'شعور' عربی زبان میں ش،ع،ر کے مادہ سے مشتق ہے۔ اہل لغت نے اسکی مختلف اعرابی اور ترکیبی صورت حال میں الگ الگ معانی لکھے ہیں۔ اس کی مختلف اصل اور مصادر بیان کئے جاتے ہیں جن کے پیش نظر اس کا استعمال مختلف معانی میں ہوتا ہے۔ لیکن اگر شعور کا معنی الشِعر (شین کے کسرہ) کے ساتھ لیا جائے تو اسکا معنی جاننا، محسوس کرنا۔ ادراک کرنا ہے۔ اور زیر مطالعہ شعور کا جو معنی مطلوب ہے وہ اسی مفہوم سے ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ زبیدی نے تاج العروس میں لفظ شعور پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ جب شعور الشِعر سے مشتق ہو تو اس کے تین مختلف معانی ہوں گے۔ وہ لکھتے ہیں:

(والشعر) ، بالكسر ، وإنما أهمله لشهرته ، هو كالعلم وزنا ومعنى ، وقيل : هو العلم بدقائق الأمور ، وقيل : هو الإدراك بالحواس ، وبالأخير فسر قوله تعالى : { وأنتم لا تشعرون }[8]

---

[7] عثمانی ،مفتی محمد شفیع۔معارف القرآن۔کراچی:ادارة المعارف ،ج:8،ص:751

[8] الزَّبيدي ، محمّد بن محمّد ۔تاج العروس من جواهر القاموس۔ الناشر دار الهداية، ج:12،ص:177

(اور شعر (شین) کی زیر کے ساتھ، اور میں نے اسے چھوڑ دیا ہے اسکی شہرت کی وجہ سے، وہ وزن اور معنی میں عِلم کی طرح ہے، اور کہا گیا: کہ وہ لطیف چیزوں کا علم ہے، اور کہا گیا کہ وہ حواس کے ذریعہ سے جاننے کو کہتے ہیں، اور آخری معنی کے ساتھ تفسیر کی گئی ہے اللہ تعالی کے اس قول کی: (اور تم شعور نہیں رکھتے)

اسلام میں باشعور لوگوں کی اہمیت:

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالی نے جہاں اپنے احکامات اور اپنی دیگر نعمتوں کا ذکر کیا وہاں ذی شعور لوگوں کا ذکر کر کے فرمایا کی اس سے صحیح استفادہ یہی لوگ حاصل کرتے ہیں۔ اس سے اس بات کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے کہ قرآن حکیم کے اصل مخاطب ہی وہ لوگ ہیں جو صاحب عقل و شعور ہیں۔ سورۃ الفجر میں اللہ تبارک و تعالی نے ارشاد فرمایا:

وَالْفَجْرِ(1) وَلَيَالٍ عَشْرٍ(2) وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ(3) وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ(4)هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ [9]

(قسم ہے فجر کی (1)اور دس راتوں کی (2)اور جفت اور طاق کی (3)اور رات کی جبکہ وہ رخصت ہو رہی ہو (4) کیا اِس میں کسی صاحب عقل کے لیے کوئی قسم ہے؟)

مفسرین نے لکھا کہ ذی حجر سے مراد صاحب عقل و دانش ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ومعنى (لذي حجر) أي لذي لب وعقل. قال الشاعر:

وكيف يرجى أن تتوب وإنما ... يرجى من الفتيان من كان ذا حجر[10]

(اور لذی حجر کا معنی ہے دانش و عقل والا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

تجھ سے توبہ کی امید کیسے کی جاسکتی ہے۔۔۔ نوجوانوں میں سے عقل والے سے ایسی امید کی جاسکتی ہے)

ذی حجر اہل دانش اور صاحب عقل لوگوں کو کہا جاتا ہے۔ اس آیت میں اللہ رب العزت نے پانچ مختلف چیزوں کی قسم اٹھانے کے بعد فرمایا: کیا ان باتوں میں اہل دانش کے لیے کوئی قسم ہے؟ کیونکہ قسم جس بات کی اہمیت کی خاطر اٹھائی گئی ہے اس کو صرف وہ ہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کے پاس عقل سلیم ہو۔ اس سے صاحب عقل و دانش لوگوں کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں عقل و شعور اور بصیرت کو انبیاء و مومنین کے عمدہ وصف کے طور بھی بیان کیا گیا ہے جیسا کہ بعض انبیاء کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمان باری تعالی ہے:

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ [11]

---

[9] الفجر 89:5

[10] القرطبي ، محمد بن أحمد ۔الجامع لأحكام القرآن تفسير القرطبي۔ القاهرة:دار الكتب المصرية، ج:20، ص:43

[11] ص 45:38

(اور ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو بڑی قوت عمل رکھنے والے اور صاحبان بصیرت تھے)

اس آیت میں چند انبیاء کا نام لے کر ان کے اہل بصیرت ہونے کی گواہی دی گئی۔ اسی طرح سورۃ الزمر میں بھی مومنین اور متبعین کا یہی وصف اس انداز میں بیان کیا گیا، چناچہ ارشاد الٰہی ہے:

الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ[12]

(جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں پھر اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت بخشی اور یہی دانشمند ہیں)

اسی طرح احادیث میں بھی عقل و شعور اور کی اہمیت کا ذکر مختلف انداز میں ملتا ہے، رسول کریم ﷺ نے ایسے افراد کی تعریف فرمائی جو ذی شعور ہیں اور فہم و فراست کے مالک ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ[13]

(اللہ تعالی جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کا فہم عطا فرمادیتا ہے)

تفقہ اور سمجھ بوجھ انسانی شعور کا ایک اہم ذریعہ جس کا براہ راست تعلق دل کے ساتھ اور دین کی تفہیم بھی اسی کے ساتھ متعلق ہے لیکن اس کی اہمیت اس قدر ہے کہ جن لوگوں کو اللہ پاک دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے نوازنا چاہتا ہو ان کو یہ عطا کرتا ہے ۔یہی وجہ ہے رسول کریم ﷺ ایسے لوگوں کو بہت پسند فرماتے، بلکہ ان کے بارے میں فرمایا کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالی بھی پسند فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اشج عبد القیس سے جو قبیلہ عبد القیس کا سردار تھا فرمایا:

إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ: الْحِلْمُ، وَالْأَنَاةُ[14]

(تمہارے اندر دو خصلتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، بردباری اور سمجھ داری)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے سمجھ داری کی صفت کا خصوصی ذکر کرکے اشج عبد القیس کی تعریف کی۔ جس سے رسول اللہ ﷺ کی نظر میں اس وصف کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اَفلَحَ مَن رُزِقَ لُبًّا[15]

(کامیاب ہوا وہ شخص جسکو فہم و فراست عطا کی گئی)

---

[12] الزمر 18:39

[13] القشيرى ،مسلم بن حجاج۔المسند الصحیح ۔بیروت : دار إحياء التراث العربي ،ج:2،ص:718،

[14] ایضاً، ج:2،ص:718

[15] القشيرى ،مسلم بن حجاج۔المسند الصحیح ۔بیروت : دار إحياء التراث العربي ،ج:4،ص:1781، رقم الحديث2274

یعنی اگر اللہ کسی کو فہم وفراست اور شعور عطا فرماتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے لئے کامیابی کے راستے کھل گئے۔ اور یہ اللہ کی بہت بڑی عنایت ہے۔ اسکے برعکس اگر ایک آدمی فہم اور شعور سے کام نہ لے تو اللہ کی نظر میں وہ محبوب نہیں ہو سکتا۔ ان احادیث سے اس بات کی اہمیت واضح ہوگئی کہ فہم و فراست اور عقل شعور ایسا وصف ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسے شخص کی حوصلہ افزائی کے لئے اس کے سامنے ہی تعریف فرمارہے ہیں، کہیں ایسے شخص کو قابل رشک قرار دیا، کہیں نماز میں اقرب ترین افراد کے لئے اسی وصف میں برتری کو معیار بنادیا گیا، کہیں اسے اللہ تعالی کے ارادۂ خیر سے تعبیر کیا گیا الغرض مختلف انداز میں اس وصف کا ذکر و اہمیت موجود ہے کیونکہ انسانی مزاج عقل شعور سے وجود میں آتے ہیں۔

اسی طرح حضور ﷺ کا انداز تعلیم اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ آپ نے ہمیشہ حضرات صحابہ کی فکری اور شعوری تربیت فرمائی ہے۔ اس ضمن میں ایک حدیث مبارکہ امام بخاری نے "باب الفہم فی العلم" کے عنوان کے تحت پیش کی۔ یہ عنوان قائم کرنے سے امام صاحب یہ اشارہ دے رہے ہیں کہ علم محض رٹنا ہی نہیں بلکہ اس میں فہم وادراک بھی حاصل کرنا چاہیے۔ چناچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس باب میں ایک ہی روایت نقل فرمائی:

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِجُمَّارٍ، فَقَالَ: «إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً، مَثَلُهَا كَمَثَلِ المُسْلِمِ»، فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ: هِيَ النَّخْلَةُ، فَإِذَا أَنَا أَصْغَرُ القَوْمِ، فَسَكَتُّ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هِيَ النَّخْلَةُ [16]

(ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کا ایک گابھا لایا گیا۔ (اسے دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درختوں میں ایک درخت ایسا ہے اس کی مثال مسلمان کی طرح ہے۔ (ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر) میں نے ارادہ کیا کہ عرض کروں کہ وہ (درخت) کھجور کا ہے مگر چونکہ میں سب میں چھوٹا تھا اس لیے خاموش رہا۔ (پھر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا کہ وہ کھجور ہے۔)

اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب العلم باب الفہم فی العلم میں بیان کیا ہے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ سے سوال کرنے کے انداز سے امام بخاری یہ اخذ کر رہے ہیں کہ اس انداز تعلیم کا مطلب یہ ہی ہے کہ علم سے فہم میں اضافہ کیا جائے۔ چناچہ بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا انداز تعلیم یہ تھا کہ آپ حضرات صحابہ کرام سے اکثر سوال کیا کرتے، جس کا مطلب ان کو کسی بات کی تعلیم سے پہلے جستجو پر آمادہ کرنا اور ان کو غور وفکر کی مشق کرنے کی تربیت دینا تھا۔ اور یہ کہ انسان کی تعلیم میں سب سے اہمیت والی چیز اس کا شعور اور فہم ہے۔

[16] البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔دمشق : دار طوق النجاه ،ج:1،ص:25،

اسی لئے خالق کائنات اس انسان کو ایک باشعور زندگی گزارنے کی تلقین کرتا ہے اور اس کے لئے اس نے انسان کو ایسے ذرائع عطا کیے جن کی بنیاد پر وہ وہ ایک باشعور زندگی گزارے۔ اور اس کو یہ بات ہر گز زیب نہیں دیتی وہ بے شعوری کی زندگی گزارے۔ اس لئے کہ اس بات میں اس کی شرافت اور تکریم وابسطہ ہے اور اسی کی بنیاد پر وہ حیوانات سے ممتاز ہے۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا [17]

(جنہیں اگر اُن کے رب کی آیات سنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اس پر اندھے اور بہرے بن کر نہیں رہ جاتے)

انسان کے لئے سب سے بڑی حقیقت اس کے خالق کی بات ہے جس کی صداقت کا اعتراف اس کے ایمان کا حصہ ہوتا ہے۔ لہذا ایک باشعور انسان وہ ہی کہلائے گا کے جب اس کے سامنے اس کے رب کی آیات پڑھی جائیں تو ان کو توجہ سے سنے اور اس نصیحت پر غور وفکر کرے جو اس کو کی جارہی ہے۔ اور اس پر ایسا رد عمل نہ دے جیسا کہ کوئی بہرا یا اندھا دیتا ہے کہ اس نے نہ کچھ دیکھا ہے اور نہ کچھ سنا ہے۔ علامہ خازن لکھتے ہیں:

معناه لم يخروا أي لم يسقطوا ولم يقعوا عليها صماً وعمياناً , كأنهم بآذانهم صمم وبأعينهم عمى بل يسمعون ما يذكرون به , فيفهمونه ويرون الحق فيه فيتبعونه.[18]

(اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ گرے نہیں، یعنی وہ گرے نہیں اور اس پر بہرے اور اندھے نہیں ہوئے، گویا وہ کانوں سے بہرے ہیں اور ان کی آنکھوں سے اندھے ہیں، بلکہ وہ سنتے ہیں جس کی انہیں یاد دلائی جاتی ہے۔ تو وہ اسے سمجھتے ہیں اور اس میں حقیقت تلاش کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں)

اسی طرح کا اسلوب قرآن حکیم نے کئی مقامات پر اختیار کیا ہے کہ جو لوگ عقل وشعور استعمال نہیں کرتے ان کو شرف انسانیت سے محروم کرتے ہوئے جانوروں سے تشبیہ دی ہے، تا کہ ان کو احساس ہو کہ جس بات کی بنیاد پر ان کو یہ شرف حاصل ہوا وہ عقل وشعور کی نعمت ہے، اگر وہ اس کا درست استعمال نہیں کرتے تو وہ ایسے ہی القاب کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۭ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا [19]

(کیا تم سمجھتے ہو کہ ان کی اکثریت، سماعت کا یا عقل کا استعمال کرتی ہے؟ نہیں، بلکہ یہ تو محض جانور ہیں، یا ان سے بھی زیادہ بدتر۔)

---

[17] الفرقان73:25

[18] الخازن ،علاء الدين علي بن محمد۔تفسير الخازن ۔ بيروت :دار الكتب العلمية ،ج: 5 ،ص: 110

[19] الفرقان19:25

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی اکثریت اگرچہ ان کو سننے سمجھنے اور عقل رکھنے والا سمجھتی ہے لیکن اللہ کی نظر میں ایسے لوگ جانور یا اس سے بھی گئے گزرے ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ خازن لکھتے ہیں:

إن هم إلا كالأنعام أي في عدم انتفاعهم بالكلام وعدم إقدامهم على التدبر والتفكير ثم قال تعالى) بل هم أضل سبيلاً (لأن البهائم تهتدي لمراعيها ومشاربها وتنقاد لأربابها الذي يتعاهدونها , وهؤلاء الكفار لا يعرفون طريق الحق ولا يطيعون ربهم الذي خلقهم ورزقهم لأن الأنعام تسجد وتسبح والكفار لا يفعلون ذلك.

(نہیں ہیں یہ بلکہ محض جانور کا معنی ہے یعنی ان کے کلام سے فائدہ نہ ہونے اور غور و فکر میں کوشش نہ کرنے کہ وجہ سے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (درحقیقت وہ راستے سے زیادہ گمراہ ہیں) کیونکہ حیوان اپنی چراگاہوں اور پانیوں کی طرف رہنمائی پالیتے ہیں اور اپنے مالکوں کے تابع ہوتے ہیں جن کے وہ ذمہ ہوتے ہیں۔ اور یہ کافر حق کا راستہ نہیں پہچانتے اور اپنے رب کی اطاعت نہیں کرتے جس نے ان کو پیدا کیا اور رزق دیا، کیونکہ مویشی سجدہ اور تسبیح کرتے ہیں اور کافر ایسا نہیں کرتے۔

انسانی شعور کے قرآنی اسالیب:

قرآن مجید نے انسانی شعور کی اہمیت کے بیان میں کئی اسلوب اختیار کیے ہیں۔ جن میں براہ راست خطاب انسان ہے جس کو خالق نے وہ تمام ذرائع عطا کئے ہیں جو انسان کے شعور کو نہ صرف بیدار کرتے ہیں بلکہ اس کے ارتقاء اور استحکام کا ذریعہ بھی ہیں۔ چناچہ قرآن حکیم نے مختلف اسالیب کے ذریعہ انسان کو اہمیت دلائی ہے کہ جن کو اللہ نے غور و فکر کے ذرائع عطا کیئے ہیں وہ ان کے استعمال سے دریغ نہ کریں۔ اس کا مقصد انسانی شعور کی اہمیت کے بیان کے ساتھ ساتھ باشعور زندگی کے مقاصد کو بھی اجاگر کرنا ہے اس سلسلہ میں چند اسلوب ملاحظہ ہوں۔

1۔ حاکمانہ اسلوب:

انسانی شعور کی اہمیت کے حوالہ سے پہلا اسلوب ان آیات سے متعلق ہے جن میں خالق کائنات نے انسان کو مشاہدہ اور جستجو کا حکم دیا ہے۔ مشاہدہ کے لئے نظر انسانی شعور کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ انسان کی معلومات کا سب سے بڑا انحصار بھی اس کے ورلڈ ویو پر ہوتا ہے، وہ جو کچھ دیکھتا ہے پھر اس کو سمجھنے کے لئے اس میں غور و فکر کرتا ہے، اس کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس عمل سے اس کا شعور مکمل ہوتا ہے۔ لہٰذا اسکو حکم دے کر فرمایا کہ وہ خود مشاہدہ کرکے کائنات کی مختلف حقیقتوں پر غور کرے۔ اور سب سے پہلے خود اپنی تخلیق کا مشاہدہ کرنے کا حکم دیا کہ کس طریقہ سے اس کی ابتدا میں تخلیق ہوئی اور کس طریقہ سے اس کی دوبارہ ے تخلیق ہوگی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[20]

(ان سے کہو کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اُس نے کس طرح خلق کی ابتدا کی ہے، پھر اللہ بار دیگر بھی زندگی بخشے گا یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

یہاں یہ بات اللہ تعالی نے حکماً بیان کی گئی کہ زمین میں چلو پھرو اور پھر اس بات کا مشاہدہ کرو کہ کس طرح مخلوق کو ابتدا میں پیدا کیا جاتا ہے اور کس طرح اس کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا، اس کا مشاہدہ کرنے سے تمہیں اللہ کی قدرت کاملہ کا اندازہ ہو جائے گا۔ لہذا حکم کا اسلوب ظاہر کرتا ہے کہ اس مشاہدے کی بہت اہمیت ہے اور یہ چیز انسان کے شعور کی صلاحیت میں ارتقاء کا ذریعہ بنتی ہے اس لئے اس حکم سے انسانی شعور کی اہمیت طاہر ہوتی ہے۔

اسی کو قرآن حکیم نے ساری کائنات میں مشاہدہ کرکے سمجھنے کا حکم دیا:

قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ 21

(ان سے کہو "زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اسے آنکھیں کھول کر دیکھو" اور جو لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے ان کے لیے نشانیاں اور تنبیہیں آخر کیا مفید ہو سکتی ہیں)

اسی طرح گذشتہ اقوام کے حالات اور انجام کے لیکر حکم دیا کہ زمیں میں چلو پھر دیکھو کہ جن لوگوں نے اللہ کو جھٹلایا ان کا کیا انجام ہوا اوراس میں بھی حکم دے کر یہ بات ارشاد فرمائی: ارشاد باری تعالی ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ 22

(اِن سے کہو، ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا ہے)

یعنی جب تم ان اقوام عالم کے حالات کا مشاہدہ کروگے تو گزری ہوئی قوموں کے آثار قدیمہ اور ان کے تاریخی افسانے تمہیں شہادت دیں گے کہ صداقت وحقیقت سے منہ موڑنے اور باطل پرستی پر اصرار کرنے کی بدولت کس طرح یہ قومیں عبرتناک انجام سے دوچار ہوئیں اور بڑی بڑی مہذب وبااقبال سلطنتیں کس طرح مٹے ہوئے کھنڈرات میں تبدیل ہو گئیں۔ یہاں تک کہ انسان کی اپنی موت اور حیات کے تصورات کو واضح کرنے کے لئے اسے مشاہدے کا حکم دیا کہ وہ کس طرح مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو

[20] العنکبوت 29:20

[21] یونس 101:10

[22] الانعام 11:6

گا۔اس کے لئے زمین کو حالات سے مشاہدہ کرنے کا حکم دیا کی کس طرح زمین جو کہ مردہ ہوتی ہے اس کو زندہ کیا جاتا ہے اور اس میں اللہ کی رحمت کے آثار کس طرح شامل ہوتے ہیں۔

فَانظُرْ إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[23]

(دیکھو اللہ کی رحمت کے اثرات کہ مُردہ پڑی ہوئی زمین کو وہ کس طرح جِلا اٹھاتا ہے، یقیناً وہ مُردوں کو زندگی بخشنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)

یعنی اس بات کا مشاہدہ کرو کہ مردہ زمین کا بارش ہوتے ہی زندہ ہو جانا اللہ کی رحمت کا ظہور ہے اور اسی طرح مردہ انسانوں کا زندہ ہو جانا بھی اس کی رحمت کا ظہور ہوگا۔اور جو خدا اس بات پر قادر ہے کہ وہ مردہ زمین کو زندہ کر سکتا ہے،اسی کی قدرت کاملہ سے انسان دوبارہ زندہ ہوں گے۔یعنی بارش کی طرف عبرت اور استدلال کی نظر سے دیکھو یعنی اس سے یہ استدلال کرو کہ جو اس پر قادر ہے تو وہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

2۔حکیمانہ اسلوب:

انسانی شعور کی اہمیت کے حوالہ سے دوسرا اسلوب حکیمانہ ہے۔جس کے لئے قرآن حکیم نے کئی چیزوں کے بیان کے بعد انسانی عقل و شعور کو مخاطب کرتے ہیے فرمایا کہ اس کی حکمتوں پر غور کرو اور سوچو کہ تمہارے خالق نے ان سب چیزوں کے بیان میں کیا حکمت رکھی ہے۔حالانکہ خالق کائنات بات کی حکمت کے بیان پر قادر ہے لیکن یہاں ساری حکمتیں انسانی شعور کے حوالہ کر دیں کہ انسان اپنے شعور کے تمام ذرائع کو بروئے کار لائے اور تلاش کرے کہ اس کے خالق نے یہ سب باتیں اسے کیوں ارشاد فرمائی ہیں؟ چناچہ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا ۚ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ مِن قَبْلُ ۖ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ 24

(وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر وہ تمہیں بچے کی شکل میں نکالتا ہے، پھر تمہیں بڑھاتا ہے تاکہ تم اپنی پوری طاقت کو پہنچ جاؤ، پھر اور بڑھاتا ہے تاکہ تم بڑھاپے کو پہنچو اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے یہ سب کچھ اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ تم اپنے مقرر وقت تک پہنچ جاؤ، اور اس لیے کہ تم حقیقت کو سمجھو)

---

[23] الروم 50:30

[24] غافر 67:40

اس آیت میں انسان کی تخلیقی مراحل سے لیکر موت تک کو بیان کرنے کے بعد انسان کو اس کی حکمتوں پر عقل کے ذریعہ غور کرنے کا ذکر کیا کہ وہ اپنے تخلیقی مراحل کا شعور حاصل کرنے کے لئے عقل سے کام لے، سوچے کہ جس خدا نے اس کو اس کی تخلیق کے ہر مرحلہ میں اس کی نگداشت کی اور موت کے سارے سفر میں اسے اپنی قدرت کاملہ سے وابسطہ رکھا اس میں اس خالق کی کون سی حکمتیں پنہاں ہیں۔ انسانی شعور تک ان حکمتوں کا دراک چونکہ ان ہی ذرائع سے ہو سکتا ہے جو کہ شعور کے ذرائع ہیں اور عقل بھی شعور کا ایک ذریعہ ہے۔ اسی لئے انسان کو یہاں تعقل سے ان حکمتوں کا ادراک کرنے کا ٹاسک دیا۔

اسی طرح قرآن حکیم نے دیگر مقامات پر شعور کے کئی اور ذرائع کے کا ذکر کر کے اللہ کے احکام کی حکمتوں پر غور کرنے کا درس دیا۔ چناچہ سورہ النحل میں نعمتوں کے بیان کے بعد شعور کے تین مختلف ذرائع کا ذکر کر کے اللہ کی نعمتوں کی عطا اور حکمتوں پر غور کرنے کا ذکر فرمایا۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے

يُنبِتُ لَكُم بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿﴾ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ [25]

(وہ اس پانی کے ذریعہ سے کھیتیاں اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور طرح طرح کے دوسرے پھل پیدا کرتا ہے اِس میں ایک بڑی نشانی ہے اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں (11) اُس نے تمہاری بھلائی کے لیے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے اور سب تارے بھی اُسی کے حکم سے مسخر ہیں اِس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں (12) اور یہ جو بہت سی رنگ برنگ کی چیزیں اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کر رکھی ہیں، اِن میں بھی ضرور نشانی ہے اُن لوگوں کے لیے جو سبق حاصل کرنے والے ہیں (13))

پہلی آیت میں غور و فکر کر کے اس کی نشانیاں اور حکمتیں تلاش کرنے کا بیان ہے، دوسری آیت میں عقل کے ذریعہ سے اور تیسری آیت میں تذکر یعنی یاد دہانی کا بیان ہے، اور یہ تینوں ہی انسانی شعور کا ذریعہ ہیں۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ اللہ کی نشانیوں میں غور و فکر کر کے اس کی حکمتوں کی معرفت ان ہی ذرائع سے ہو گی جو انسانی شعور کے ذرائع ہیں۔

اسی طرح سورۃ البقرہ میں معاشرتی اور عائلی نظام پر جو احکام ارشاد فرمائے، اور اس سلسلہ میں جتنی حدود قائم فرمائیں ان سب کے بیان کے دوران بار بار اور اس کے آخر میں خاص طور پر اسی بات کا ذکر فرمایا کہ ان تمام احکام اور حدود کے بیان میں جو حکمتیں ہیں ان کی تلاش میں عقل کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے

---

[25] النحل16:11،12،13

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ 0كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ [26]

(جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو، انہیں بھی مناسب طور پر کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کیا جائے یہ حق ہے متقی لوگوں پر اِس طرح اللہ اپنے احکام تمہیں صاف صاف بتاتا ہے امید ہے کہ تم سمجھ بوجھ کر کام کروگے)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں غور وفکر کر کے تمام احکامات، تمثلات اور واقعات کو عقل وشعور کی بنیاد پر اس میں غور وفکر کرنے والے لوگ اصل مخاطب ہیں قرآن حکیم کے اور اسی طرح یہ عمل جو انسان میں شعور کو بیدار کرتا ہے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

3۔ترغیبانہ اسلوب:

انسانی شعور کی اہمیت کے حوالہ یہ ایک اہم اسلوب اختیار کیا ہے کہ صاحب عقل و نظر لوگوں کو کائنات کی مختلف چیزوں میں غور وفکر کرنے کی ترغیب دی ہے کہ اگر خالق کائنات نے تمہیں دیکھنے کی صلاحیت دی ہے اس کے ذریعہ سے مشاہدہ کرو اور جو اس نے عقل دی ہے اس کے ذریعہ سے غور و فکر کرو تاکہ ان ذرائع سے کائنات کی حقیقتوں کا ادراک تمہارے شعور میں آسکے، چناچہ ترغیب کے اسلوب کے حوالہ سے قرآن حکیم کی بہت سی آیات میں ذکر موجود ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ [27]

(یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو (اے محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل وفکر رکھنے والے اس سے سبق لیں)

اس آیت میں قرآن مجید میں غور وفکر کرنے اور اس سے نصیحت حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ تدبر کا معنی ہے قرآن مجید کی آیات میں غور وفکر کیا جائے اور اگر ان آیات کے ظاہری معنی پر کوئی اشکال ہو تو اس کی مناسب تاویل تلاش کی جائے اور تذکر کا معنی نصیحت حاصل کرنا، اس کو صاحبان عقل کے ساتھ مخصوص کیا ہے، کیونکہ دونوں کا تعلق عقل کے ساتھ ہے۔ اور قرآن حکیم میں اصل چیز تو اس کا مفہو سمجھنا ہے نہ کہ اس کے الفاظ کو پڑھنا، اسی لئے تو اس میں غور وفکر کا حکم دیا گیا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے ابن ابی حاتم کے حوالہ سے فرمایا:

والله ما تدبره بحفظ حروفه وإضاعة حدوده، حتى إن أحدهم ليقول: قرأت القرآن [كله]ما يرى له القرآن في خلق ولا عمل.[28]

---

[26] البقرہ 442،441:2

[27] ص 29:38

[28] ابن کثیر، اسماعیل ابن عمر-تفسیر القران العظیم- بیروت: دارالقرآن الکریم، ج:2،ص:202

اللہ کی قسم! قرآن میں غور و فکر اسے نہیں کہتے کہ اس کے حروف کو تو یاد کیا جائے مگر اس کے حدود کو پامال کیا جائے، یہاں تک کہ بعض لوگ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ میں نے پورا قرآن ختم کر لیا جبکہ ان کے اخلاق و کردار میں قرآن کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا.

ایک اور مقام پر اس کی ترغیب سخت انداز میں دی گئی اور قرآن نے ارشاد فرمایا:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا[29]

(کیا ان لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا، یا دلوں پر ان کے قفل چڑھے ہوئے ہیں)

اس آیت میں وضاحت سے فرمایا یہ لوگ قرآن کی آیات بینات میں غور و تدبر ہی نہیں کرتے یا پھر ان کے دلوں پر تالے لگے ہیں اور یہ لوگ ایسے بے شعور ہیں کہ ان میں تدبر و تفکیر کی صلاحیت ہی نہیں۔ کیا یہ قرآن پر غور نہیں کرتے اس طرح کہ ان کی آنکھوں کے پردے زائل ہو جائیں اور انکے کان سننے لگیں اور ان کی رسائی قرآن کے نور تک ہو، ان کے پردۂ شعور پر ارتعاش ہو، ان کے دلوں کے اندر جوش و خروش پیدا ہو، جو انکو قرآن کے نور سے منور کرے، اور وہ اس سے ہدایت اخذ کریں۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات جب آپ ﷺ عبادت کے لئے کھڑے ہوئے اور ساری رات روتے رہے صبح میں نے عرض کیا: "اللہ کے رسول! آپ کیوں روتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالی نے آپ کی سابقہ اور لاحقہ تمام لغزشیں تک معاف کر دی ہیں" اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أفلا أكون عبدا شكورا لقد نزلت علي الليلة آية ويل لمن قرأها ولم يتفكر فيها { إن في خلق السموات والأرض }) الآية كلها[30]

(تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟! آج رات مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے، جو اس کو پڑھے اور اس پر غور و فکر نہ کرے تو اس کے لئے تباہی ہے، اور وہ یہ ساری آیت ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن حکیم اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ انسان اپنی ذات سے لیکر کائنات کی ہر چیز میں اپنی فکر و نظر کو استعمال کرے تا کہ اس کے شعور میں اس بات کا مکمل یقین آسکے کہ کائنات کی ہر چیز کا درست انداز سے تخلیق ہونا اور خود اس کے وجود کی درست تخلیق اس بات کو واضح کرتی ہے کہ یہ تمام چیزیں اس کے خالق نے حق کے ساتھ پیدا کی ہیں اور اس بات کو جاننے کے لئے کہ اس کو ان ساری چیزوں کا شعور اس کے غور و فکر کے ذریعہ حاصل ہو گا اس کو اپنے شعور کے تمام ذرائع کا استعمال ضروری ہو گا۔

4۔ ترہیبانہ اسلوب:

قرآن حکیم نے غور و فکر کی ترغیب کے ساتھ ترہیب کا اسلوب بھی اختیار کیا ہے جس کا مقصد ان لوگوں کو تنبیہ کرنا ہے جو جان بوجھ کر اللہ کے عطا کردہ شعور کے ذرائع کو کام میں لا کر کائنات میں غور فکر نہیں کرتے۔

---

[29] محمد 24:47

[30] ابن حبان، محمد بن حبان۔ صحیح ابن حبان۔ بیروت: مؤسسة الرسالة، ج:2، ص:386

کیونکہ اللہ نے یہ ذرائع جس مقصد کے لئے عطا کیے ہیں اگر اس مقصد میں استعمال نہیں ہوتے تو یہ اللہ کی نعمتوں کا کفران ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ[31]

(اور ہم نے پیدا کئے دوزخ کے واسطے بہت سے جن اور آدمی، ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں، اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں، اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں، وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ، وہی لوگ ہیں غافل)

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو جو شعور کے ذرائع اللہ رب العزت نے عطا فرمائے ہیں ان میں سے جانوروں کو بھی عطا فرمائے ہیں لیکن انسانوں کو وہ ذرائع اس طرح عطا نہیں کئے جیسے جانوروں کو دیئے۔ جانوروں کو جو ذرائع دیکھنے سننے کو دیئے ہیں وہ انسان کو مشاہدے، سمجھنے ،اور غور فکر کے لئے عطا کیے ہیں لہٰذا وہ ان ذرائع کا درست اور با مقصد استعمال نہیں کرتا تو پھر وہ بھی جانوروں کی طرح ہی ہے ۔مطلب یہ کہ ان کے دل تو ہیں لیکن وہ حق کے دلائل میں غور و فکر نہیں کرتے، ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن ان سے حق کے روشن دلائل کو عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے، ان کے کان تو ہیں لیکن ان سے آیات قرآنیہ اور مواعظ ونصائح کو غور سے نہیں سنتے اور ان کی اس فطرت نے انہیں جانوروں سے بھی بدتر بنا دیا ہے۔ ایک مقام پر اہل جہنم کے حوالہ سے قرآن حکم نے ارشاد فرمایا:

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ [32]

(اور وہ کہیں گے "کاش ہم سنتے اور سمجھتے تو آج اس بھڑکتی ہوئی آگ کے سزاواروں میں نہ شامل ہوتے)

علامہ مظہریؒ لکھتے ہیں

لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ: كلام النذير سماع قبول من غير عناد فنؤمن بما ثبت بالادلة السمعية ،أَوْ نَعْقِلُ ويتفكر فى الآيات والدلائل العقلية الموجبة للايمان بالله تعالى والرسول[33]

(لو كنا نسمع. یعنی اگر ہم بغیر عناد کے گوش قبول سے سنتے اور سنی ہوئی دلیلوں سے جو حقانیت ثابت ہو رہی تھی ،اس کو مان لیتے۔او نعقل: یعنی ایسے عقلی دلائل وبراہین پر غور کرتے جو اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اللہ کے پیام پر ایمان لانے کو ضروری قرار دینے والے ہیں)

---

[31] الاعراف 179:7

[32] الملک 76:10

[33] المظهری، محمد ثناء الله العثماني المظهري۔ التفسير المظهری۔ باكستان:مكتبة رشديه، ج:1،ص:397

یہ عاقبت کے اعتبار سے ترہیب ہے ان لوگوں کے لئے جو نہ تو اپنے رب پر ایمان رکھتے اور نہ ہی اس کے لئے کسی بھی قسم کی دلیل کو ماننے کے لئے تیار ہوتے۔ بلکہ جان بوجھ کر ان کا انکار کرتے، اور روشن معجزات دیکھ کر بھی مدہوش بنے رہتے۔ وہ آج حسرت کریں گے کہ کاش ہم ان کے اللہ کے ارشادات کو گوش ہوش سے سنتے اور ان کی دعوت کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو آج ہماری یہ درگت نہ بنتی اور اس کرب ناک انجام سے دوچار نہ ہوتے۔

اور ایسا وہ اس وجہ سے کرتے کہ انہوں نے غور و فکر کر کے قبول حق کی بجائے محض اندھی تقلید میں اپنے آباو اجداد کے نظریات پر چلنے اور عمل کرنے کو ترجیح دی، بلکہ اس بات کی ضد میں رہے کہ وہ کسی صورت ان کے دین یا نظریہ کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ قرآن حکیم نے انکو تنبیہ کرتے ہوئے اور انکی اس روش کو بے وقوفانہ روش قرار دیتے ہوئے سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ[34]

(ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو احکام نازل کیے ہیں اُن کی پیروی کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اسی طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اچھا اگر ان کے باپ دادا نے عقل سے کچھ بھی کام نہ لیا ہو اور راہ راست نہ پائی ہو؟)

یہ ترہیب ہے کافروں کے لئے کہ باوجود اس بات کے کہ تمہارے باپ دادا کے اعمال ایسے تھے کے جو عقل اور ہدایت سے خالی تھے تم پھر بھی ان ہی کے پیچھے چلنے کی بات کرتے ہو، اس اندھی تقلید کی بجائے اگر تم عقل اور شعور سے کام لو اور قرآنی ہدایت پر غور و فکر کرو تو تمھیں معلوم ہو جائے کہ جب وہ خود ہی فہم و تدبر سے محروم تھے تو دوسروں کو انکی تقلید سے کیا نفع مل سکتا ہے۔ للذا اصل یہ ہے کہ تم لوگوں کو اپنے آباو اجداد کے گمراہ ہونے کے باوجود انکی پیروی کرنے کی بجائے فہم و تدبر سے کام لینا چاہیے کیونکہ جو لوگ عقل و شعور سے کام نہیں لیتے ان کے لیے جہالت کو اختیار کرنا اکسی جاہل کی اتباع کرنا ان کے شرف اسانی کے خلاف ہے۔

اسی لئے ایسے لوگوں کی قرآن حکیم نے مذمت بیان فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ [35]

(بیشک اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق وہ لوگ ہیں، جو گونگے ہیں، بہرے ہیں، جو عقل کا استعمال نہیں کرتے)

ایسے ہی سخت الفاظ مگر دوسرے انداز میں سورۂ یونس میں فرمائے کہ:

وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَي الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ [36]

(اور اللہ گندگی میں پڑے رہنے دیتا ہے ان لوگوں کو جو عقل کا استعمال نہیں کرتے۔)

[34] البقرہ170:2

[35] الانفال22:8

[36] یونس100:10

قرآن کریم کے اس ترہیبی انداس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن انسانی شور اور اسکے ذرائع کوانسانی زندگی میں نہ صرف اہمیت دیتاہے بلکہ شعور کے ان ذرائع کاغلط استعمال انسانیت کے مقام اور شرف کے خلاف سمجھتاہے اسی لیے انکو جانوروں کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے۔کیونکہ غور فکر کے بغیر انسانی شعور کے دروازے نہیں کھلتے اور اگر یہ دروازے مقفّل رہیں تو نہ رصرف انسان کے لئے رشد وہدایت کاسفر رک جاتاہے بلکہ اِرتقائے نسلِ اِنسانی کی تاریخ بھی جہالت کے اندھیروں میں گم ہو جاتی ہے۔

خلاصہ بحث:

قرآن حکیم کا مطالعہ بتاتا ہے کہ انسان کی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت اس شعور کی ہے، جس کی بنیاد پر انسان تمام مخلوقات سے افضل ہے اور اسی وجہ سے اس کے دین کا اصل مقصد اسے سمجھنااور اس کی آیات میں غور وفکر کرکے اسے اپنے شعور کا حصة بنانا ہے اسی لئے شریعت اسلامیہ کے سب سے اولین مخاطب وہی لوگ ہیں جو صاحب عقل وشعور ہوتے ہیں۔کیونکہ دینی تعلیمات کا مقصد انسان کو عمل کی راہ پر گامزن کرناہے، آدمی کا عمل اس کی سوچ کا نتیجہ ہوتاہے۔جتنازیادہ سوچ گہری ہوگی اتناہی زیادہ گہرا نتیجہ نکلے گااور سوچ میں جتنی کمی ہوگی اتناہی عمل میں کمی ہوجائے گی۔

اسلام کی بنیاد شعور پر قائم ہے۔اسلام کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے شعور کو زیادہ سے زیادہ بیدار کیاجائے۔انسان کی فکری صلاحیتوں کوزیادہ سے زیادہ ابھاراجائے۔انسانی دماغ کے سوئے ہوئے خانوں کو آخری حد تک متحرک کر دیا جائے۔ حضورﷺ نے ہمیشہ باشعور کو اپنی تعلیمات میں اہمیت دی اور انکی تعریف بھی فرمائی اور انکو اللہ کا محبوب قرار دیا، آپ کے انداز تعلیم سے واضح ہوتا ہے کہ باشعور لوگ ہی اسلام کے اصل مخاطب ہیں،اور یہی لوگ اعلیٰ ایمان کے حامل ہوتے ہیں اور باشعور لوگوں کی عبادت ہی زندہ عبادت ہوتی ہے۔باشعور لوگ ہی یہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ ان کی زندگیاں ربانی کردار کانمونہ بنیں۔باشعور افراد کے مجموعہ کانام ہی صالح معاشرہ ہے۔

کتابیات:

- ابن حبان، محمد بن حبان۔صحیح ابن حبان۔ بیروت: مؤسسة الرسالة
- ابن کثیر،اسماعیل ابن عمر۔تفسیر القران العظیم۔ بیروت: دارالقرآن الکریم
- البخاری،محمد بن اسماعیل ۔الجامع الصحیح۔دمشق : دار طوق النجاہ
- البغوی، أبو محمد الحسین بن مسعود۔ معالم التنزیل۔الریاض: دار طیبة للنشر والتوزیع
- البیضاوي، عبداللہ بن عمر ۔تفسیر الامام البیضاوی۔بیروت:دارالکتب العلمیة
- الخازن ،علاء الدین علي بن محمد۔تفسیر الخازن ۔ بیروت :دار الکتب العلمیة
- الزَّبیدي ، محمّد بن محمّد ۔تاج العروس من جواهر القاموس۔ الناشر دار الهدایة
- عثمانی ،مفتی محمد شفیع۔معارف القرآن۔کراچی:ادارة المعارف
- القرطبي ، محمد بن أحمد ۔الجامع لأحکام القرآن تفسیر القرطبي۔ القاهرة:دار الکتب المصریة
- القشیری ،مسلم بن حجاج۔المسند الصحیح ۔بیروت : دار إحیاء التراث العربي
- القشیری ،مسلم بن حجاج۔المسند الصحیح ۔بیروت : دار إحیاء التراث العربي
- المظهری، محمد ثناء اللہ العثماني المظهري۔ التفسیر المظهری۔ باکستان:مکتبة رشدیه